Mairaj

Vol 2, Issue 2

https://www.mairaj.pk editor.mairaj@gmail.com

ISSN Online 2959-2089 ISSN Print 2959-2070

حبیب گوہر

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج کہوٹہ

قدیم ٹیکسلا یونی ورسٹی: افسانوں اور غلط فہمیوں کا خاتمہ

Habib Gohar

Assistant Professor, Government Graduate College, Kahuta

Ancient Taxila University: Dispelling Myths and Misconceptions

The bell of the world's first university in Taxila has been ringing incessantly. However, concrete evidence and historical impacts are yet to be found. Nevertheless, references to a prestigious educational institution in Taxila are frequently encountered in texts. The Buddhist storytellers of South India have selected distant Taxila as the "University Town" to fulfill the demands of the story. After the decline of Taxila and other Buddhist cities at the hands of Mehrkula in the sixth century A.D., the organization and structuring of Hindu literature began to be carried out with great zeal and enthusiasm. Taxila was presented as an ancient Vedic city through the mythical events of Ramayana, Mahabharata, and Vayu Purana. During the British era, archaeological excavations were carried out in Taxila, but no traces of a Buddhist university or Vedic era were found. When English historians expressed their reservations about Indian history, nationalist Hindu historians became active in glorifying the greatness of ancient India. The mythical Buddhist University was presented as an ancient Vedic university. Characters such as Panini and Chanakya were introduced as teachers. With the resurgence of Hindutva in India, Taxila's Vedic university has also been given a new life. Indian history is being rewritten once again to establish the historical reality of Deva Mala. This article will not only dispel misconceptions about Taxila University but also reveal the fact that the tradition of formulating Vedic doctrine, which began after Christ, continued until the 20th century, and the ancient Taxila University was an important part of this continuum.

KeyWords: Taxila University, Jataka Tales, Vedic Literature, Chanakya, Panini, Indian Nationalist Historians, Hindutva

کلیدی الفاظ : ٹیکسلا یونی ورسٹی، جاتک کہانیاں، ویدک لٹریچر، چانکیہ، پانینی، قوم پرست ہندوستانی مورخین، ہندتوا

ٹیکسلا میں دنیا کی پہلی یونی ورسٹی کا ڈنکا کافی عرصے سے بج رہا ہے۔ لیکن اب تک اس کے سندی اور آثاریاتی ثبوت نہیں ملے۔ البتہ جاتک کتھاؤں میں ٹیکسلا کے ایک ایسے تعلیمی ادارے کا ذکر تواتر سے آیا ہے جس میں اشرافیہ کے بچے دور دراز سے آکر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ اخلاقی کہانیاں ہیں جو مہاتما بدھ کے پچھلے جنموں کے بارے میں ہیں۔ جنوبی بھارت کے جاتک کہانی کاروں نے کہانی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے بھارت کے شمال مغربی سرے پر واقع بدھ مت کے ایک مقدس شہر ٹیکسلا کو ''سنٹر آف ایجوکیشنل ایکسیلنس'' کے طور پر منتخب کیا۔ چھٹی صدی عیسوی میں ہن حکمران مہر کلا کی ہاتھوں بدھ ازم کے زوال کے بعد زیرِ ترتیب ہندو لٹریچر پر کام زور پکڑ گیا۔ رامائن، مہابھارت اور وائیو پران میں ٹیکسلا کے بارے میں دیومالائی واقعات سے اسے قدیم ویدک شہر کے طور پر پیش کیا گیا۔ انگریز دور میں ٹیکسلا میں آثاریاتی کھدائیاں ہوئیں تو نہ کسی بدھ یونی ورسٹی کے آثار ملے نہ کسی ویدک عہد کی کوئی نشانی۔ انگریز ہسٹوریز نے بھارتی تاریخ پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو قوم پرست ہندو مورخین قدیم ہند کی عظمت کے لیے سر گرم ہو گئے۔ بدھ افسانوی یونی ورسٹی کو قدیم ویدک یونی ورسٹی کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس میں پانینی اور چانکیہ جیسے کرداروں کو استاد کے حیثیت سے متعارف کروایا گیا۔ انڈیا میں ہندتوا کے احیا کی نئی تحریک سے ٹیکسلا کی ویدک یونی ورسٹی کو بھی نیا جنم مل گیا ہے۔ دیومالا کو تاریخی حقیقت ثابت کرنے کے لیے اب بھارتی تاریخ پھر سے لکھی جا رہی ہے۔ یہ آرٹیکل نہ صرف ٹیکسلا یونی ورسٹی کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرے گا بلکہ اس حقیقت کو بھی منکشف کرے گا کہ ویدک بیانیہ تشکیل دینے کا جو عمل بعد مسیح میں شروع ہوا، وہ بیسویں صدی تک جاری رہا اور قدیم ٹیکسلا یونی ورسٹی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھی۔

تراشے پتھروں کا شہر ٹیکسلا اپنے وقت میں سونے کی چڑیا تھا۔ اس شہر کو شہرت اس وقت ملی جب یہ گندھارا، پنجاب اور سندھ پر مشتمل حخامنشیوں کی امیر ترین

ستروپی کا کیپٹل بنا۔ سکندر کی آمد نے اسے شرق و غرب کا سنگم بنا دیا۔ تہذیبوں کا یہ چوراہا اپنے وقت کا کمرشل ہب تھا جو رائل ہائی وے، سلک روٹ اور سنٹرل ایشیا کے ٹریڈ روٹ سے ملا ہوا تھا۔ اشوک کے عہد میں دھرما راجیکا میں مہاتمابدھ کی راکھ اور دانت کی تدفین ہوئی تو کپل وستو کے بعد ٹیکسلا بدھ مت کا دوسرا مقدس ترین شہر بن گیا۔ اس وابستگی نے اس رفیع الشان شہر کو ایک نیا جنم دیا اور یہ بدھ جاتک کتھاؤں میں ''یونیورسٹی ٹاؤن'' کے طور پر ابھرا۔

جاتک کہانیوں میں یونیورسٹی کا ذکر

جاتک کہانیاں مہاتمابدھ کی وفات کے کافی عرصہ بعد کمپوز کی گئیں۔ ان کہانیوں کی اردو مترجم اسری ارشد کے مطابق شروع میں یہ اشعار کی صورت تھیں اور گاتھا کہلاتی تھیں۔ اشوک کے بیٹے مہندر اور بیٹی سنگھ متھرا کے ساتھ یہ گاتھائیں لنکا پہنچیں۔ جہاں سنگھالی میں ان کی تشریحات ہوئیں۔ 430ء میں بدھ گھوش نے ان تشریحات کا جاتک کے نام سے پالی میں ترجمہ کیا۔(1)

ان کہانیوں میں بدھ کا جنم انسان کے ساتھ ساتھ درخت، مچھلی، بیل، ہرن اور شیر وغیرہ کی شکل میں ہوا ہے۔ ان کی کل تعداد 547 ہے۔ یعنی 547 مرتبہ مہاتمابدھ دنیا میں تشریف لائے۔ کئی کہانیوں میں تکرار ہے۔ اگر ان سب کو ملالیں تو ان کی تعداد تین ہزار تک پہنچتی ہے۔ کچھ جاتک کہانیاں ٹیکسلا میں ایک اعلیٰ تعلیم کے ادارے کی نشان دہی کرتی ہیں۔ ''ملالہ سیکرا'' نے Dictionary Of Pali Proper Names میں ایسی درجنوں جاتک کتھاؤں کی نشان دہی کی ہے جن میں ملک بھر سے اشرافیہ کے بچے پڑھنے کے لیے ٹیکسلا آتے تھے۔(2)

ان میں سب سے مشہور کہانی ''تل مٹھی جاتکا'' ہے جس میں بدھ کا جنم بنارس کے راجہ کے ہاں ہوا۔ تعلیم کی تکمیل کے لیے اسے ٹیکسلا بھیجا گیا۔ جہاں اس نے دو تین مرتبہ ایک بڑھیا کی پرات سے مٹھی بھر تل اٹھا لیے۔ شکایت پر استاد نے اس کی پٹائی کی۔ راجکمار نازپرور تھا۔ اس نے یہ بات دل میں بٹھالی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد اس نے بدلہ لینے کے بہانے استاد کو بنارس بلایا۔ استاد نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا اور اس سے کہا کہ بدلہ ضرور لینا لیکن یہ بتاؤ کہ پٹائی سے تمہیں فائدہ ہوا یا نقصان؟ شاگرد کو اپنی ناسمجھی پر افسوس ہوا اور اس نے استاد سے کہا کہ میں آپ کے اس احسان کا بدلہ کیسے اتاروں؟ استاد نے اسے متھرا میں ٹیکسلا جیسی یونیورسٹی بنانے کا کہا اور متھرا میں یونیورسٹی بنادی گئی(3)۔ اب ٹیکسلا میں کسی اتہاسک یونی ورسٹی کے آثار ملے ہیں نہ ہی متھرا میں اور ملتے بھی تو کیسے کہ یہ تو کہانی ہے اور کہانی بھی مہاتمابدھ کے کسی پچھلے جنم کی۔

کچھ جاتک کہانیوں میں ٹیکسلا کا ذکر ہے اور کچھ کہانیاں ٹیکسلا سے منسوب کر دی گئی ہیں۔ مثلاً ایک جاتک کتھا کے مطابق مہاتمابدھ نے ایک بھوکی شیرنی اور اس کے بلکتے بالکوں کو اپنا جسم دان کر دیا تھا(4)۔ پانچویں اور ساتویں صدی کے دو چینی بدھ بھکشوؤں فاہیان اور ہیون سانگ (645ء—629ء) نے اپنے سفر ناموں میں اس جاتک کتھا کی وجہ سے ٹیکسلا کی وجہ تسمیہ ''ٹکاسرا'' یعنی کٹا ہوا سر بیان کی ہے۔(5-6)

مہرکلا: بدھ مت کا زوال اور ہندو مت کا عروج

مہاتمابدھا کی تعلیمات اور گندھاری حکمرانوں کی مسلسل سرپرستی کے باعث عوام کی بڑی تعداد بدھ مت میں داخل ہو گئی۔ لیکن ہن حکمران ''مہرکلا'' نے ٹیکسلا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہیون سانگ لکھتا ہے کہ اس نے گندھارا میں ستوپوں کو منہدم کیا، وہاروں کو تباہ کیا جن کی کل تعداد 600 تھی(7)۔ اس نے لاکھوں گندھاریوں کے سر کاٹے، دریا برد کیا اور غلام بنایا(8)۔ قتل عام اتنا زیادہ تھا کہ کلہن کے بقول جس طرف ہنوں کا لشکر جاتا تھا مردار خور پرندے بادلوں کی طرح اس پر سایہ کیے ہوتے تھے۔(9)

تاریخی ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ مہرکلا بدھ ازم سے بیزار اور ہندوتوا کی طرف مائل تھا۔ راج ترنگنی کے مطابق اس نے سری نگر میں شومہرایشور کا مندر بنوایا (10)۔ اور گندھارا کے برہمنوں کو ایک ہزار ''اگرہار'' دان کیے۔(11) یوں دیوار سے لگے برہمن میدان میں آگئے۔ تباہ شدہ بدھ وہار مندروں میں بدل دیے گئے۔ حسبِ ضرورت دیومالا تشکیل دینے کے لیے بڑے پیمانے پر ویدک ادب کی ترتیب و تنظیم کا کام شروع ہوا تو ٹیکسلا کو ایک اور جنم مل گیا۔ شمال مغربی ہند میں واقع بدھ ازم کے اس مقدس شہر کو ایک ویدک مقام ظاہر کرنے کی تین مثالیں ملاحظہ ہوں:

1۔ رامائن کے اترکانڈ کے مطابق گندھارا پر بھرت کے حملے نے خون کا سمندر جاری کر دیا لیکن فیصلہ نہ ہوا۔ بھرت کو غصہ آگیا اور اس نے ایک ہی ہلے میں تین کروڑ گندھاری مار دیے۔ جشن فتح منایا گیا۔ بھرت کے بیٹے تشک کے نام پر سیلاپور اور پشکل کے نام پر پشکلاوت نگر کی بنیاد رکھی گئی اور دونوں کے نام کے سکے جاری کیے گئے۔ (12)

2۔ مہابھارت کی داستان ''ست پستا یگنا'' (سانپوں کی قربانی) کے مطابق ہستناپور کے راجا پریکشٹ کو ناشاد کی پہاڑیوں میں ایک ناگ ''تاکشکا'' نے ڈس لیا۔ اس کے بیٹے جنمے جایا نے بدلہ لینے کے لیے آگ بھڑکائی جس کے گرد برہمنوں نے منتر پڑھنا شروع کیے تو علاقے کے سانپ آ آکر اس میں گرنے لگے۔ تاکشکا سورج سے جا کر لپٹ گیا۔ ایک اور ناگا ''ناستکا'' نے ''جنما جایا'' سے کہا کہ تمہارے دادا نے جب اس شہر کی بنیاد رکھی تو تمام ناگ کچل دیے تھے۔ صرف تاکشکا بچا تھا جس نے تمہارے باپ سے بدلہ لیا

ہے۔اب ادلے بدلے کا یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے۔اس کہانی کی گواہی ''ویسمپائنا'' نے دی۔ جس نے اسے ''ویدویاس'' سے سنا تھا۔ کہانی آٹھ دن جاری رہی۔اس دوران آگ بجھ گئی۔''ناستکا'' خوش تھا کہ اس کی وجہ سے آگ بجھی۔ایسے میں ''سرما'' نامی ایک کتیا نے کہا کہ آگ اس لیے بجھی ہے کہ جنمے جایا کے بیٹوں نے میرے کتوروں کو بلاوجہ مارا تھا۔ یہ کہانی دیوتاؤں کو اتنی پسند آئی کہ انہوں نے مہابھارت کا تحریری ورژن چرا لیا۔یوں پہلی مرتبہ مہابھارت ٹیکسلا میں سنائی گئی۔(13)

3۔ وائیو پران کے مطابق ٹیکسلا کی بنیاد رام کے چھوٹے بھائی بھارتا نے رکھی اور اس کے بیٹے تاکشا کی وجہ سے یہ شہر ''تاکشاسلا'' یعنی تاکشا کی چٹان کہلایا۔

Gandhara vishaye siddhe

tayoh purayau mahatmanoh

Takshasya dikshu vikhyata

ramya Takshasila puri(14)

تراشے پتھروں کا شہر ایک جغرافیائی حقیقت ہے لیکن بدھوں اور ہندوؤں کی آپسی اختلافات نے پہلے اسے کٹاسرا اور پھر تاکشکا کی چٹان بنا دیا گیا۔

پہلی ہزاری میں بھارت میں ڈرامہ (ناٹک) کی صنف نے بھی بہت ترقی کی۔ مشہور ڈراموں میں سے ایک ڈرامہ ''مدرارا کشس'' ہے۔اس میں چانکیہ نام کا ایک برہمن کردار چندر گپت موریا کا مشیر اور اس کی کامیابیوں کا محرک بتایا گیا ہے۔ لیکن اس ناٹک میں ٹیکسلا یا ٹیکسلا یونی ورسٹی کا ذکر نہیں ہے۔

انگریزوں کی آمد: ٹیکسلا میں آثار یاتی کھدائیاں

چھٹی صدی عیسوی میں ہن حکمران ''مہر کلا'' کے ہاتھوں بدھ وہاروں کی تباہی کے بعد ٹیکسلا مٹتا چلا گیا۔ لیکن صدیوں منوں مٹی تلے دبا رہنے کے باوجود اس کی کہانیاں زندہ رہیں۔انیسویں صدی کے وسط میں الیگزینڈر کننگھم نے اس گم شدہ شہر کو ڈھونڈ نکالا۔ کھدائی ہوئی تو کسی بدھ یونیورسٹی کے آثار ملے نہ کسی ویدک عہد کی کوئی نشانی۔ جان مارشل گائیڈ ٹو ٹیکسلا میں لکھتے ہیں کہ جاتک کتھاؤں کے بہت سے حوالے ظاہر کرتے ہیں کہ چوتھی اور پانچویں صدی قبل مسیح میں ٹیکسلا ''یونیورسٹی ٹاؤن'' کے طور پر مشہور تھا لیکن عملاً یونانی حملہ سے پہلے ٹیکسلا کی تاریخ خاموش ہے:

"Taxila … enjoyed a great reputation as a University town, famous for the arts and sciences of the day, is evident from numerous passages in the Buddhist Jatakas; but, apart from this fact, virtually nothing is known of its history prior to the invasion of Alexander the Great." (15)

بدھ افسانوی یونی ورسٹی پر ویدک یونی ورسٹی کی پیوند کاری

بھارت میں آثار یاتی کھدائیوں کے نتائج اور پنڈتوں کے دعوؤں میں تضاد نو آباد کاروں کے لیے حیران کن تھا۔انگریز ہسٹوریز نے بھارتی تاریخ پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو نیشنلسٹ اتہاس کار میدان میں آ گئے۔ ٹیکسلا یونی ورسٹی کی کہانی میں بھی نیا ٹوئسٹ آیا اور بدھ جاتک کتھاؤں پر پرانک کتھاؤں کی اس طرح پیوند کاری ہوئی کہ ٹیکسلا انٹلکچوئل کیپٹل آف انشینٹ انڈیا بن گیا۔اشٹ ادھیائی، ارتھ شاستر، مہابھاشیہ، چرک سمیتھا، پنچ تنتر اور جانے کتنی گرنتھیں تھیں جو اس کہانی کے مختلف کرداروں سے ٹیکسلا میں کمپوز کروائی گئیں۔ چائنیز ٹریولرز نے اپنے سفر ناموں میں نالندہ کے حوالے سے جو کچھ لکھا تھا وہ سب مبالغہ آمیز انداز میں ٹیکسلا یونیورسٹی سے منسوب کر دیا گیا۔

نئی کہانی کا ایک اہم کردار ''رشی پانینی'' ہے۔ ہیون سانگ (645–629ء) اور اٹسنگ (671–695ء) کے سفر نامے پانینی کے عہد، مذہب، گرنتھ کے نام اور اس میں شامل سوتروں کی تعداد کے بارے میں بالکل مختلف تصویر پیش کرتے ہیں۔ ہیون سانگ نے پانینی کی گرنتھ کا نام ''ویاکرن''، اٹ سنگ نے ''سوترا'' اور البیرونی نے ''پانِرت'' لکھا ہے (16۔17۔18)۔ جب کہ موجودہ کتاب کا نام ''اشٹادھیائی'' ، یعنی آٹھ چیپٹرز ہے، جس میں سوتروں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔ جب کہ ہیون سانگ اور اٹسنگ نے سوتروں کی کل تعداد ایک ہزار لکھی ہے۔(19-20)

ٹیکسلا یونیورسٹی کی کہانی کے نئے ورژن کا ایک اور کردار چانکیہ ہے۔ ڈرامے مدرارا کشس کا یہ کردار ٹیکسلا یونی کی تبدیل شدہ کہانی میں سیاسیات اور معاشیات کے استاد کے طور پر چندر گپتا موریا کی تربیت کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ مگدھ کا اقتدار حاصل کرتا ہے اور چانکیہ اس کا وزیر اعظم بنتا ہے۔ چانکیہ کے بارے میں بہت سی کتابوں میں اس سے ملتے جلتے دعوے کیے گئے ہیں لیکن یہ درست دکھائی نہیں دیے:

1. چندر گپت موریا کے دربار میں یونانی سفیر اور مورخ ''مگس تھنیز'' نے ''انڈیکا'' میں کسی کوٹلیا، چانکیہ یا وشنو گپت کا ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی کسی اور ذریعے سے 300 قبل مسیح کے لگ بھگ چانکیہ کا کوئی نشان ملتا ہے۔

2. چانکیہ قدیم بھارتی علم ودانش کے استعارے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں اس کی گرنتھ ''ارتھ شاستر'' کا حوالہ دیا جاتا ہے۔1999ء میں ''دیر'' سے ملنے والے "The Bajaur Collection of Kharoshti manuscripts" میں ارتھ شاستر بھی شامل ہے۔جس کی اندازاً ریڈیو کاربن ڈیٹنگ ایک سو قبل مسیح سے300بعد مسیح ہے(21)۔ جب کہ دعویٰ کے مطابق یونی ورسٹی کا دورِ عروج700قبل مسیح ہے۔

3. ''مگس تھنیز'' چندر گپت موریا کی چار لاکھ فوج میں چوری کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ نہ ہونے کے برابر ہے۔اور یہ سب کچھ اس معاشرے میں لکھا گیا جو لکھت سے ناآشنا تھا اور تمام معاملات یاداشت پر چلتے تھے:

"... and this among the people who have no written laws, but are ignorant of writing, and must therefore in all the business of life trust to memory." (22)

400 قبل مسیح کے بھارت کا اس منظر نامہ سے قدیم ویدک ''وش ودیالے'' کی اصلیت کے بارے میں بہتر رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

4. چانکیہ کا ایک بڑا کارنامہ ٹیکسلا یونی ورسٹی میں چندر گپت موریا کی تعلیم و تربیت بتایا جاتا ہے۔ان دونوں کے آپسی تعلق کے ثبوت کے طور پر پانچویں صدی عیسوی کے سری لنکن کرانیکل ''مہاونش'' کے الفاظ "Moriyanam khattiyanam vamse jatam" پیش کیے جاتے ہیں(23)۔مہاونش کی شرح ''مہاونش ٹیکا'' میں لفظ چانکیہ کی وضاحت ''چانکیہ چندر گپت موریا کتھا'' کے ذیل میں یوں بیان کی گئی ہے:

"It is proper that, in this place, a sketch of these two characters should be given. Of these, if I am asked in the first place, Where did this Chanakya dwell? Whose son was he? I answer. He lived at the city of Taksasila. He was the son of a certain brahman at that place, and a man who had achieved the knowledge of the three vedas; could rehearse the mantras; skilful in stratagems; and dexterous in intrigue as well as policy." (24)

یعنی آٹھ نو سو سال بعد ایک صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں چانکیہ ٹیکسلا کا رہنے والا تھا اور وہیں کے کسی برھمن کا بیٹا تھا۔ان جملوں سے اس شرح کے معیار، چانکیہ کے ٹیکسلا اور چندر گپت موریا سے تعلق کی نوعیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اس شرح میں نندوں کا تختہ الٹنے اور چندر گپت کی تخت نشینی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔لیکن ٹیکسلا یونیورسٹی کا ذکر نہیں ہے۔

ٹیکسلا یونی ورسٹی کی کہانی کی شہرت کی وجوہات

ٹیکسلا پر پہلی کتاب کے مصنف اور ٹیکسلا میوزیم کے بنیاد گزار سر جان مارشل نے جس یونی ورسٹی کے موجودگی کا سرے سے انکار کیا تھا اب اس کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے۔ یہ ڈنکا بجنے کے یوں تو بہت سے عوامل ہیں۔لیکن مضبوط ترین عامل ہندو دیومالا ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ ہزاروں سال پہلے تحریر ہوئی۔لیکن قرآئن بتاتے ہیں کہ بہت بعد تک اس میں حسبِ ضرورت تبدیلی ہوتی رہی۔کچھ مثالیں پیش ہیں:

1. رگ وید کا زمانہ تحریر ہزاروں سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔لیکن گیارہویں صدی تک انہیں تحریر نہیں کیا گیا تھا۔البیرونی کے مطابق ''پنڈت اسے تحریر کرنے سے ہچکچاتے تھے اور وید بارہا ان کے ہاتھ سے ضائع ہو چکی ہے''۔(25)
2. 2002ء میں بھارت سرکار نے رگ وید کا جو قدیم ترین مخطوطہ یونیسکو کے حوالے کیا وہ1464ء کا ہے۔(26)
3. رامائن پر ''دشرتھ جاتک'' کی بازگشت کا گماں گزرتا ہے۔اس کی کہانی اور کرداروں میں کافی مماثلت ہے۔(27)
4. والمیکی رامائن میں مہاتما بدھ کے بارے میں نازیبا کلمات موجود ہیں:

"It is an exact state of the case that a mere thought deserves to be punished as it were a thief and know an atheist to be on par with a mere intellectual. Therefore, he is the most suspect, and should be punished in the interest of the people. In no case should a wise man consort with an atheist. "(28)

5. حالانکہ تتھاگت بدھا چھٹی صدی قبل مسیح میں گزرے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دیومالا میں حسب ضرورت ترمیم و اضافہ ہوتا رہا ہے۔

6. ویدوں کے بعد اپنشدوں کا نمبر آتا ہے۔ ان کی کل تعداد 109 ہے۔ "اللہ اپنشد" ان میں سے ایک ہے۔ سوامی ویویکانند کے مطابق اسے اکبر کے دینِ الٰہی کی مطابقت میں ترتیب دیا گیا۔(29)

7. "بھوش پران" اٹھارہ پرانوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اسے مہابھارت اور بھگوت گیتا کے لیکھک "وید ویاس" نے لکھا۔ یہ مستقبل کے بارے میں پیشن گوئیاں ہیں۔ جو حضرت عیسیٰؑ سے لے کر ملکۂ برطانیہ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ لفظ "پران" قابل توجہ ہے۔ اس سے مراد ہے پرانا ہے۔ لیکن اس صحیفہ کا کوئی پرانا متن دستیاب نہیں ہے۔

دیگر وجوہات:

ٹیکسلا یونی ورسٹی کی کہانی کی شہرت پھیلنے کی دیومالائی اثرات کے علاوہ بھی کچھ وجوہات ہیں:

1. محققین کی غلط فہمی اور بے احتیاطی بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہے۔ مثلاً پشاور یونی ورسٹی کے The Journal of Humanities and Social Sciences-2012 میں ڈاکٹر کرن شاہد صدیقی کا University of Takshashila : An Ancient Seat of Learning کے عنوان کے تحت ایک ریسرچ آرٹیکل چھپا ہے جس میں گائیڈ ٹو ٹیکسلا کے صفحہ 9 کے حوالے سے لکھا ہے

An Aramaic inscription, dated back to 4th or 5th century B.C.E., discovered from Taxila reports that the city was reputed as a "University town" known for the coaching of various disciplines of arts and sciences.(30)

2. حالاں کہ اس انسکرپشن کا ٹیکسلا یونی ورسٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اشوکا کے مائنر راک ایڈکٹس میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا ذکر سر جان مارشل نے ٹیکسلا میں حکامنشی نشانات کے ضمن میں کیا ہے۔ وہ مختصراً ٹیکسلا کی عہد بہ عہد تاریخ بیان کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ جاتک کہانیوں میں بیان کردہ یونیورسٹی ٹاون کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے:

Later on—about the beginning, that is to say, of the 5th century before our era—it was probably Persian Empire, included in the Achaemenid Empire of Persia ; for the inscriptions of Darius at Persepolis aud on his tomb at Naksh-i-Rustam make mention of a new Indian satrapy, which was regarded as the richest aud most populous in the Empire and which, being distinct from Aria, Arachosia and Gandaria, may be assumed to have comprised Sind and a considerable part of tlie Panjab east of tlie Indus. An interesting relic of Persian influence at Taxila is an inscription in Aramaic characters of the 4th or 5th century B.C., the only Aramaic record that has yet been found in India (p.75). That Taxila at this time and during the centuries immediately following enjoyed a great reputation as a University town, famous for the arts and sciences of the day, is evident from numerous passages in the Buddhist Jatakas ; but, apart from this fact, virtually nothing is known of its history prior to the invasion of Alexander the Great. (31)

3. ٹیکسلا میں علم کی مضبوط روایت کے تاثر کو ان مکالموں سے بھی تقویت ملی ہے جو یونانی مورخوں نے سکندر اور ٹیکسلا کے فلسفیوں کے درمیان قلم بند کیے ہیں۔ ان میں سے چند ایک فلسفی سکندر کے ساتھ یونان بھی گئے۔ لیکن یہ تاثر اس لیے ٹھیک نہیں ہے کہ آفاق میں گم یہ ننگ دھڑنگ فلسفی "اجیوک" تھے۔ جو خود کو اذیت دینا اور ویرانوں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ یہ دنیا بیزار سنیاسی کسی سسٹم میں پڑھنے پڑھانے کے سرے سے قائل ہی نہیں تھے۔

4. ٹیکسلا یونی ورسٹی کی کہانی کو "آگ کا دریا" نے خوب ہوا دی۔ 1957ء میں منظر عام پر آنے والے قراۃ العین حیدر کے اس ناول کی شروعات ٹیکسلا کے علم پرور ماحول سے اس طرح ہوتی ہے کہ پڑھنے والے کے دل و دماغ پر اس شہر کے عرفان کا نقش بیٹھ جاتا ہے۔

قراۃالعین تو خیر کہانی کار تھیں، مہان آثار شناس، مورخ اور زبان دان ڈاکٹر احمد حسن دانی کو بھی ''ٹیکشاشیلاوید ک وش ودیالے'' کی اس دیومالائی کہانی کی صداقت پر یقین تھا۔ اور ایسا بلاوجہ نہیں تھا۔ ان کے اجداد ویدوں کے حافظ تھے۔ 1986ء میں منظر عام پر آنے والی ان کی کتاب ''ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا'' سے کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں:

1. کتاب کا آغاز ''وائیو پران'' کے ایک اشلوک سے ہوتا ہے جس کے مطابق تاکشاشیلا بھرت کے بیٹے تکشا کے نام پر آباد کیا گیا۔ کتاب کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ٹیکسلا کی وجہ تسمیہ کا اس سے زیادہ مستند حوالہ کوئی اور نہیں ہو سکتا(32)۔
2. ہیم چندر ارائے چوہدری نے اپنی کتاب ''پولیٹیکل ہسٹری آف انشینٹ انڈیا'' میں مہابھارت کی ٹیکسلا سے منسوب ''سانپوں کی قربانی'' کی داستان کے بارے میں لکھا ہے کہ اسے سنجیدہ تاریخ کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔(33) لیکن ڈاکٹر دانی لکھتے ہیں کہ ہیم چندر ارائے چوہدری کی یہ بات درست نہیں ہے۔ تاکشا سپیروں کا سردار تھا اور پرانوں کے مطابق اسی کے نام پر یہ شہر تاکشاشیلا ہے اور گیارہویں صدی کے مسلم مورخوں نے بھی اسے ماریگلا لکھا ہے یعنی سانپوں کی پہاڑی۔ حالانکہ یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ کیوں کہ ٹیکسلا شہر کے لیے ماریگلا کا استعمال سب سے پہلے البیرونی نے کیا تھا۔ وہاں ٹیکسلا کی وجہ تسمیہ زیر بحث نہیں تھی بلکہ ''باج پران'' سے ہند کے شہروں کے سیکڑوں قدیم نام درج کیے گئے ہیں۔ ٹیکسلا کو ''ٹکر شیلا یا ماری گلہ'' شناخت کے لیے لکھا گیا ہے(34)۔ کتاب الہند کے اس اندراج کے بعد دیگر مسلم مورخین نے ماریکلہ لکھنا شروع کر دیا۔ اگر رامائن اور مہابھارت دعوی کے مطابق ہزاروں سال قبل لکھی گئی ہوتیں ٹیکسلا سے بہت پہلے سانپوں کی پہاڑی کے حوالے سے یہ جگہ مشہور ہوتی۔ اس کا گیارہویں صدی میں منظر عام پر آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ٹیکسلا کی تباہی کے بعد ہندو دیومالا کے زیر اثر یہ نام مشہور ہوا۔
3. کتاب کے تیسرے باب میں یونیورسٹی کی حمایت میں بحث کی گئی ہے اور بدھا پر کاش کا ایک طویل حوالہ دیا گیا ہے جس کا اختتامی جملہ یہ ہے کہ یونیورسٹی نے ٹیکسلا کو ایک آفاقی شہر بنا دیا تھا(35)۔ چھٹا باب ''جی اے پاگاچینکووا'' کے ایک اقتباس سے شروع ہوتا ہے۔ جس کے مطابق ٹیکسلا میں اپنے وقت کی مشہور یونیورسٹی تھی(36)۔
4. کتاب کے آخر میں ٹیکسلا کی کرونالوجی دی گئی ہے جو 3500 بی سی سے شروع ہوتی ہے۔ آپ اس دیوتائی عہد کو نکالیں تو ٹیکسلا کی وہی تاریخ رہ جاتی ہے جو ٹیکسلا میوزم میں پڑی ہوئی ہے۔

ٹیکسلا یونیورسٹی کے بارے میں بدھا پر کاش اور پاگاچینکوا کے بلا حوالہ اقتباسات کی ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا میں شمولیت سے یوں لگتا ہے کہ ڈاکٹر دانی ہندو متھالوجی کو تاریخی حقیقت کے طور پر لیتے تھے۔ دیومالا عقیدہ بن جائے تو ثبوت اضافی ٹھہرتے ہیں(37)۔ پھر یہ کون سوچتا ہے کہ اتنی ہی شہرہ آفاق یونی ورسٹی کے آثار کیوں نہیں ملے؟ دعوے کے مطابق دنیا بھر میں پھیلی ہوئی اس کی المنائی میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اپنے مادرِ علمی کا ذکر کرتا؟ یونانی اگر اہل ٹیکسلا کے کپڑوں، جوتوں اور ٹوپیوں تک کا احوال لکھ سکتے تھے تو دنیا کی اس یکتا یونیورسٹی، اس کے مہان اساتذہ اور ان کی گرانقدر گرنتھوں کا ذکر کرنے میں کیا حرج تھا؟ حیرت ہے کہ سکائی لیکس، ہیروڈوٹس، ڈیمیاکس، میگس تھنیز، پٹولمی، پلینی، آرین، پلوٹارک، سٹرابو، مکرنڈل سبھی اس ادارے سے بے خبر رہے۔

کبھی کبھار ٹیکشاشیلا یونی ورسٹی کی دوبارہ تعمیر کی آوازیں بھی اٹھتی رہتی ہیں لیکن اس سلسلے میں عملی قدم ڈاکٹر دانی نے اٹھایا۔ قدیم ٹیکسلا یونی ورسٹی کی بحالی کی حسرت پورا کرنے کے لیے انہوں نے 1998ء میں سنٹر فار دے سٹڈی آف سولائزیشن آف سنٹرل ایشیاء، قائداعظم یونی ورسٹی کا نام ٹیکسلا انسٹیٹیوٹ آف اینشینٹ سولائزیشن کر دیا تاکہ بعد میں اسے ٹیکسلا یونیورسٹی کے طور پر وسعت دی جا سکے۔ (38)

بھارتی اتہاس نئے سرے سے لکھنے میں مصروف اتہاس کاروں کے لیے خوش خبری ہے کہ انہیں تکشاشیلا کا پراچین اتہاس درست کرنے کی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ کیوں کہ یہ کام پاکستان کے ایک سیلیبریٹڈ آرکیالوجسٹ ڈاکٹر احمد حسن دانی ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا میں نصف صدی پہلے ہی کر چکے ہیں۔

دنیا کی پہلی یونیورسٹی کا قیام انسانی تاریخ کا اہم سنگ میل ہونا چاہیے تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ اسے تعمیر کرنے والوں کی خبر مل سکی نہ اسے تباہ کرنے والوں کا پتا چل سکا۔ اگر بات ما قبل تاریخ میں ہو کر ختم ہو گئی ہوتی تو اور بات تھی لیکن اس سے منسوب کہانیاں موریا دور تک کی ہیں۔ جہاں اس یونی ورسٹی کی ابتدا اور انتہا کے بارے میں سکوت طاری ہے وہیں اس کے دورِ عروج 700 قبل مسیح کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے۔ کیوں کہ مہاتما بدھ کے معروف عہد چھٹی صدی ق م سے پہلے ویدک یونی ورسٹی برہمنوں کی بقا کے لیے ضروری تھی۔ ایک بدھ ہی نہیں، زرتشت، مہاویر، عیسیٰؑ اور محمدؐ جیسی مہان شخصیات ایک دنیا کو متاثر کر چکی تھیں۔ لیکن سناتن دھرم ایسی کسی شخصیت سے محروم تھا۔ اس لیے یہ کمی دیومالائی کہانیوں اور کرداروں سے پوری کر دی گئی۔

ٹیکسلا کی تاریخ کے حوالے سے فاہیان اور ہیون سانگ کے سفر نامے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہی کی مدد سے کنگھم نے ٹیکسلا تلاش کیا تھا۔ یہ دونوں یاتری بدھ لٹریچر کی تلاش میں انڈیا آئے تھے اور جتنا بن پڑا اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کی زیارت کے وقت ٹیکسلا تباہ ہو چکا تھا۔ اگر ٹیکسلا میں کوئی یونیورسٹی ہوتی تو جہاں انہوں نے وہاروں کی تباہی اور بے پناہ قتل عام کا ذکر کیا ہے وہاں جلتی پستکوں اور گرنتھوں کے اٹھتے شعلوں کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ جس طرح بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں نالندہ

کی لائبریری جلانے کا ذکر تواتر اور تسلسل سے کیا جارہا ہے۔ سوشل میڈیا پر جہاں کہیں نالندہ کی تباہی کا ذکر چھڑتا ہے اس کی تان ٹیکسلا پر ٹوٹتی ہے۔ اس جارحانہ پراپیگنڈہ کا ایک مقصد بیرونی حملہ آوروں کی آڑ میں اندرونی گھال میل سے توجہ ہٹانا ہے۔

گزشتہ دس پندرہ سال کے دوران بھارت میں ہندوتوا کے احیا سے ٹیکشاشیلا ویشوودیالے کا تازہ جنم ہوا ہے۔ سوشل میڈیا عام ہونے کے باعث اس یونی ورسٹی کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر ٹیکسٹ سے زیادہ امیج کی ضرورت ہوتی ہے جسے جولیاں، دھرماراجیکا اور نالندہ یونیورسٹی کی تصاویر سے پورا کرلیا جاتا ہے۔ اب اس ادارے کی خیالی تصاویر بھی آگئی ہیں۔ ایک ایسی ہی تصویر کچھ سال پہلے ایک پاکستان ڈپلومیٹ قمر عباس کھوکھر نے اس کیپشن کے ساتھ ٹویٹ کی کہ یہ ادارہ "قدیم پاکستان" میں ہوا کرتا تھا، توانڈینز نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا کہ پاکستان کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ اس کی کون سے قدیم تاریخ ہے؟ تاریخ اور یونیورسٹی تو ہماری ہے اور ہماری ہی رہے گی۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ٹیکسلا یونی ورسٹی کی کہانیوں کا جادو لکیر کے دونوں طرف کس طرح سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ ان کہانیوں کا تانا بانا اس مہارت سے بنا گیا کہ دنیا سر دھنتی رہ گئی۔ جولیاں یونیورسٹی اسی جادوئی تمثیل کی تجسیم ہے۔ ٹیکسلا میں جب کسی یونی ورسٹی کے آثار نہیں ملے تو شہر سے ہٹ کر ایک پہاڑی ویرانے جولیاں کی اقامتی خانقاہ/پناہ گاہ کو یونی ورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ حالاں کہ وہاں کسی لائبریری، لیبارٹری اور اوبزرویٹری وغیرہ کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ سرکاری تختی کے اس اندراج نے بھی یونی ورسٹی کے تاثر کو شہ دی کہ کھولیوں میں بنے طاق طالب علموں کی کتابوں اور چراغ کے لیے تھے۔

ایک دلچسپ سوال یہ ہے کہ اگر یونی ورسٹی تھی تو دنیا بھر سے آنے والے ودیارتھی کس زبان اور رسم الخط میں لکھتے پڑھتے تھے؟ گندھارا میں موریا عہد سے پہلے کا کوئی تحریری نشان نہیں ملا۔ اشوک کے ستونوں کی تحریر پراکرت میں ہے۔ ایک آدھ ستون پر یونانی اور آرامی تحریر بھی مل جاتی ہے لیکن سنسکرت سرے سے ہے ہی نہیں۔ شمال مغربی بھارت (موجودہ پاکستان) میں سنسکرت کی قدیم ترین میسر شہادت " The Bajaur Collection of Kharoshti manuscripts " ہے۔ چائنا میں اس سے بھی قدیم Spitzer Manuscript کی دریافت 1906ء میں ہوئی جس کی کاربن ڈیٹنگ ایک سو قبل مسیح سے 300 بعد مسیح ہے(39)۔

پنجاب آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ کی ویب سائٹ پر ٹیکسلا میوزم میں پڑی کچھ ٹیبلٹس اور انک پاٹس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ میوزیم کی قابل فخر کلیکشن ہے (40)۔ یہ ہے اس یونیورسٹی کا اب تک ملنے والا کل اثاثہ جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے وہ ہائر ایجوکیشن کا ادارہ تھا۔ جس میں ساٹھ سے زیادہ شعبے، دو سو سے زیادہ اساتذہ اور ایک سیشن میں اسٹوڈنٹس کی تعداد دس ہزار تک ہوتی تھی۔ جہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے تبت، چین، بابل، نینوا، مصر، شام، یونان سمیت دنیا بھر سے لوگ آتے تھے۔ کیمپس میں فلسفہ، سائنس، میتھ، فزکس، سرجری سمیت جہان بھر کی ناقابل تسخیر مہارتیں سکھائی جاتی تھیں۔

اس حقیقت کو جاننے کے لیے ٹیکسلا یونی ورسٹی محض کہانی ہے، کسی گیان گنگا میں اترنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذہن کہانیوں کی اسیری سے نکال کر اگر سندی اور آثاریاتی شواہد تاریخ وار دیکھ لیے جائیں تو حقیقت اور افسانے کا فرق نمایاں ہو جائے گا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو جان مارشل کی کتاب Taxila : an illustrated account of Archaeological excavations carried out at Taxila میں دی گئی آثاریاتی کھدائیوں کی تصاویر پر ایک نظر ڈال لی جائے تو بھی معاملہ کی نوعیت کھل جائے گی(41)۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ٹیکسلا میوزم کا ایک وزٹ ہی کافی ہو گا۔ جس میں ہخامنشی، یونانی، موریائی، باختری، سیتھینز، پارتھینز، کشان، ہنز؛ سب کے آثار موجود ہیں لیکن ویدک عہد سرے سے غائب ہے۔ بھرت کی کوئی مورتی، رام کا کوئی چتر، پریکشٹ کی کوئی شبیہ، جنما جایا کا کوئی مجسمہ، تاکشکا کا کوئی منکا؛ کسی ویدک راجہ کا کوئی کتبہ، سکہ، تری شول؛ کسی گروکل کا کوئی اینٹ روڑا، پتھر؛ کسی گرنتھ کا کوئی بھوج تاڑ، تانبر پتر؛ قبل مسیح سنسکرت کی کوئی سل، بٹہ، ٹھیکری؛ کسی ویدک ومان کا کوئی کل پرزہ؛ کسی قسم کا کوئی سناتنی نشان، آخر کچھ تو ہوتا۔ تمام سندی، آثاریاتی اور لسانی آثار پراچین تکشاشیلا وشوودیالے کی موجودگی کی سرے سے نفی کرتے ہیں۔

ٹیکسلا یونیورسٹی تخیل کے ہاتھوں تاریخ کی ستیاناسی کی واحد مثال نہیں ہے۔ اگر ہمارے ریسرچرز تھوڑا زیادہ اور گہرا کھودیں تو انہیں جگہ جگہ اور تہہ بہ تہہ ایسی ہی کہانیاں ملیں گی۔ بہتر ہے کہ دیومالا کے ان حصوں پر اصرار نہ کیا جائے جو مسلمہ حقائق سے متصادم ہیں تاکہ کارل مارکس کے اس قول کا گلا مارا اور سر کاٹا جاسکے کہ "مذہب عوام کے لیے افیون ہے"۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اگلی نسلوں کو بھی ٹیکسلا کے ہر کھنڈر اور کھولی پر یونیورسٹی کا گماں گزرتا رہے گا۔

حوالہ جات

1 ۔اسریٰ ارشد، جاتک، پاکیزہ پریس، گیا(انڈیا)، 2003ء، ص18

2۔ملالہ سیکرا، Dictionary Of Pali Proper Names (Volume 1 & 2)، جان مرے، لندن، 1973ء

3۔تل مٹھی جاتکا، The Jataka، والیم3، کتھانمبر252، https://sacred-texts.com/bud/j2/index.htm

4۔بھوکی شیرنی اور بدھستوا، ٹیکسلا کے ساتھ ساتھ مانکیالہ سے بھی منسوب ہے۔پالی کے علاوہ جاتک مجموعوں میں یہ پہلی جاتکا ہے۔

5۔فاہیان، فاہیان کا سفر نامہ، ترجمہ یاسر جواد، فاقہ زدہ شیر، تخلیقات، لاہور، 2000، ص83

6۔ہیون سانگ، ہیون سانگ کا سفر نامہ، ترجمہ یاسر جواد، تخلیقات، 2022ء، ص104

7۔ایضاً، ص133

وہ کشمیر کے جنوب کی طرف گیا اور گندھارا کی سلطنت کے خلاف سازش کی۔اس نے کچھ سپاہیوں کو گھات میں بٹھایا اور راجہ کو پکڑ کر مار ڈالا۔اس نے شاہی خاندان اور وزیر اعظم کو قتل کیا، ستوپوں کو منہدم کیا، وہاروں کو تباہ کیا جن کی کل تعداد600 تھی۔

8۔ایضاً، ص124

اس نے تین لاکھ اعلیٰ درجے کے آدمیوں کو دریائے سندھ کے کنارے پر قتل کیا، اوسط درجے کے تین لاکھ آدمیوں کو دریا میں ڈبویا اور تیسرے درجے کے تین لاکھ کو اپنے سپاہیوں میں (بطور غلام) بانٹ دیے۔

9۔کلہن، راج ترنگنی، ترجمہ ٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز، میر پور، 2018ء، ص110

لوگوں کو اس کی آمد کا پتہ لگ جاتا تھا جب کہ وہ آسمان میں گدوں، کوؤں اور دوسرے پرندوں کو ان لوگوں کا گوشت کھانے کے اشتیاق میں جو اس کی فوج کی آمد پر قتل کئے جاتے تھے۔سروں پر منڈلاتے دیکھتے تھے۔یہ شاہی بیتال (بھوت) دن رات ہزاروں مقتول انسانوں میں گھرا رہتا تھا۔حتیٰ کہ اس کے عشرت کدوں میں بھی یہی نظارے دکھائی دیتے تھے۔

10۔ایضاً، ص111

11۔ایضاً، ص112

آخرکار اس نے جب اپنے جسم کو آگنی میں اہوتی دینے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے پہلے گناہوں کی تلافی میں وجیشور کے مقام پر گاندھار کے برہمنوں کو ایک ہزار اگرہار دان کر دیے۔

12۔رامائن اف والمیکی، ہری پرساد شاستری، چیپٹر100، اتر کانڈ، ص623

Rama sends Bharata to Conquer the Gandharas:

The Gandharvas all being slain, Bharata, the son of Kaikeyi entered those two opulent and magnificent cities, and there, Bharata established Taksha in Takshashila and Pushkala in Pusbkalavata, in the country of the Gandharvas, in the ravishing region of Gandhara.

13۔مہابھارت XVIII ،5-34، بحوالہ ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا، احمد حسن دانی، ص2

14۔وائیو پران، 88-189-90 بحوالہ ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا، احمد حسن دانی، ص1

15۔مارشل، Guide to Taxila، کلکتہ 1918ء، ص9

16۔ہیون سانگ، ہیون سانگ کا سفر نامہ، ص84

17۔اٹسنگ، Record Of The Buddhist Religion As Practiced In India، آکسفورڈ، 1896ء، ص172

18۔البیرونی،کتاب الہند،باب13،ص178

19۔ہیون سانگ،ہیون سانگ کا سفر نامہ،ص84

اس نے الفاظ کی ایک کثیر تعداد جمع کر لی اور اس کے بارے میں ایک کتاب لکھی جو ایک ہزار اشلوکوں پر مشتمل تھی۔ ہر اشلوک میں 32 ہجے تھے۔اس میں حروف اور الفاظ سے متعلق ازل سے لے کر اس وقت تک کی ہر چیز بلا استثنا شامل تھی۔

20 ۔اٹسنگ،Record Of The Buddhist Religion As Practised In India،ص172

The Sûtra is the foundation of all grammatical science. This name can be translated by 'short aphorism,' and signifies that important principles are expounded in an abridged form . It contains 1,000 slokas, and is the work of Pânini , a very learned scholar of old , who is said to have been inspired and assisted by Mahesvara - deva , and endowed with three eyes ; this is generally believed by the Indians of to-day. Children begin to learn the Sutra when they are eight years old, and can repeat it in eight months time.

21۔Ingo Strauch، باجوڑ کلیکشن، آن لائن ایڈیشن،2008ء،https://shorturl.at/hotIW

22۔مکرنڈل، Invasion of India by Alexander،ویب منسٹر،1983ء،ص405

23۔مہاونسم،ترجمہ WILHELM GEIG، لندن،1912ء،ص27

24۔جارج ٹرنر،The Mahâwanṣo in Roman Characters: With the Translation،1837ء،صLXXVI

25۔البیرونی،کتاب الہند،ترجمہ سید اصغر علی،انجمن ترقی اردو،دہلی،1941ء،ص164

26۔https://en.unesco.org/sites/default/files/india_rigveda.pdf

27۔سوامی و یویکانند،لیکچر ز والیم 3،2015ء،ص118

28۔دشرتھ جاتک، کتھا نمبر461

29۔والمیکی رامائن،ایودھیا کانڈ، سرگ109،اشلوک34

30۔کرن شاہد صدیقی، University of Takshashila : An Ancient Seat of Learning،والیم51 (1)،2012ء،ص99

31۔مارشل،Guide to Taxila،ص9

32۔احمد حسن دانی،ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا،ص1

33۔ہیم چندر ارائے چوہدری،POLITICAL HISTORY OF ANCIENT INDIA،کلکتہ یونی ورسٹی،1927ء،ص27

34۔البیرونی،کتاب الہند،ترجمہ سید اصغر علی،انجمن ترقی اردو،1941ء،طبع اول،باب29،ص407

35۔احمد حسن دانی،ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا،ص42

36۔احمد حسن دانی،ہسٹورک سٹی آف ٹیکسلا،ص151

Taxila the region's capital, was the seat of the famous university where astronomy, mathematics, medicine, Sanskrit and Prakrit grammar were taught. ..(G.A. PAGACHIKOVA)

37۔ ڈاکٹر احمد حسن دانی، دانی کی کہانی ، دانی کی زبانی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔2011، ص 8

1916ءہندو تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس سال ہندوؤں کی ایک دیرینہ حسرت پوری ہوئی اور تاریخ کی پہلی ہندو یونی ورسٹی کی بنارس میں بنیاد رکھی گئی۔رولز کے مطابق اس میں کوئی مسلمان داخلہ نہیں لے سکتا تھا لیکن ایک مسلمان طالب علم احمد حسن دانی کو داخلہ دے

دیا گیا۔ایم اے اعزاز سے کرنے پر اسے خلافِ روایت یونی ورسٹی میں لیکچرار بھی مقرر کردیا جاتا ہے۔ان کا خاندان ایکس برہمن، ویدوں کا حافظ اور واعظ تھا۔

38۔ ڈاکٹر عبدالغنی،ریڈیو پاکستان پروگرامز،https://www.youtube.com/watch?v=b36Rb2Bxz5w

39۔نوریو کی کوڈو، "Review: Eli FRANCO (ed.), The Spitzer Manuscript: The Oldest Philosophical Manuscript in Sanskrit, 2 vols"، 2007ء، ص 169- 173

40۔ڈائریکٹوریٹ جنرل آف پنجاب آرکیالوجی،(https://archaeology.punjab.gov.pk/taxila-museums)

As regards the writing material, a number of copper, stone and pottery inkpots and writing tablets found from the excavations are the proud collection of this museum

41۔جان مارشل، Taxila : An illustrated account of Archaeological excavations carried out at Taxila، بھارتیہ پبلشنگ ہاؤس، وارانسی،1975،ص10